مُختصر

رُوْدَادِ کربلا

از

حضرت مولانا محمد سراج الحق مچھلی شہری علیہ الرحمہ

ناشر

صُہیب بِرادرس صابن کٹرہ آگرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ امابعد؛ اسلام کے دورِ خیر القرون سے تعلق رکھنے والے جو واقعات عامۃ المسلمین کے نزدیک متنازع فیہ بنے ہوئے ہیں ان میں سے دو واقعات کچھ ایسے طور پر بیان کئے جاتے ہیں جن سے اسلامی تاریخ کا دامن خاصا داغدار ہو جاتا ہے۔

اور یہ دونوں واقعات وہ ہیں جنھیں کتب تاریخ میں "واقعہ کربلا" اور "فتنۂ ابن زبیرؓ" یا "واقعہ حرہ" سے یاد کیا جاتا ہے۔ موخر الذکر "واقعہ حرہ" یا فتنۂ ابن الزبیر نامی واقعہ کو اردو تاریخوں میں زیادہ تفصیل وتحقیق کے ساتھ نہیں ذکر کیا گیا ہے بلکہ اسے انتہائی درجہ شرمناک اور ناقابل ذکر قرار دیتے ہوئے نظر انداز کر دینا ہی بہتر سمجھا لیکن واقعہ کربلا ادھر ایک عرصہ سے مورخین ومحققین کی بحث وتحقیق کا موضوع بنا ہوا ہے۔

حضرت والد ماجد مولانا سراج الحق صاحب مچھلی شہری علیہ الرحمہ نے یہ رسالہ "مختصر روداد کربلا" اپنی حیات میں شاید اس وقت مرتب فرمایا تھا جب محمود عباسی کی کتاب نے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کر کے انھیں اصل واقعہ کی واقعی تحقیق کی ضرورت کا احساس پیدا کر دیا تھا۔

پچھلے دنوں احقر کو اپنی کتابوں کے درمیان زیر نظر رسالہ کی کتابت شدہ اصل ہاتھ آگئی خیال آیا کہ والد صاحب کی یہ محنت وکاوش طباعت کے مرحلے سے گذاری جائے کہ آئندہ کیلئے محفوظ ہو جائے اسلئے حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کا یہ مختصر رسالہ شایع کیا جا رہا ہے ۔ حضرت والد صاحبؒ نے بھی اس رسالہ میں کہیں کوئی ادعائے تحقیق نہیں کیا ہے اسلئے ناظرین بھی اسے پڑھکر اگر اس میں کوئی خیر ونفع کا پہلو محسوس کریں تو حضرت مصنف علیہ الرحمہ اور احقر ناشر کو دعائے مغفرت سے ممنون فرمائیں۔ والسلام

عبد القدوس رومی مفتی شہر آگرہ ۔ آگرہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

حدیث ختم خلافت

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے خاتمہ کے متعلق ایک پیشینگوئی فرمائی تھی حضرت سفینہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے بیان فرماتے ہیں کہ "حضورؐ نے فرمایا کہ خلافت نبوت تیس برس رہیگی پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہی بخشیں گے الخ (ترمذی، ابی داؤد)

یہ تیس برس بہ اتفاق محدثین و مورخین اس دن ختم ہو گئے جس دن حضرت حسن نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) سے صلح کر لی اور خلافت ہاشمی خاندان سے اموی خاندان میں منتقل ہوئی۔ پہلے بادشاہِ اسلام حضرت سیدنا امیر معاویہ صحابی رسول، کاتب وحی تھے (رضی اللہ عنہ)

حضرات حسنین

اواخر ربیع الاول سنہ ۴۱ھ (جون سنہ ۶۶۱ء) میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی یہ صلح حضرت حسین کو ناپسند تھی تاہم صلح کے بعد بھی وہ اپنے بڑے بھائی حضرت حسن کے ساتھ اپنے نانا امیر معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے وہ انکی بہت عزت کرتے انکو عطیے دیتے چنانچہ انھوں نے ایک ایک مرتبہ میں انکو دو دو لاکھ درہم دیئے (البدایہ ج۸ ص۱۵۰) ایک مرتبہ دس دس لاکھ درہم دیئے (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید ج۶ ص۸۲۳) اس زمانہ میں تین کوفیوں نے حضرت حسینؓ کو امیر معاویہ کے خلاف ابھارا

۱۔ حجر بن عدی کوفی نے کہا آپ اپنے بھائی حسن کا ساتھ چھوڑ دیجئے

تو میں اہل کوفہ سے مددگاروں کی ایک بڑی جماعت حاضر کردوں گا (اخبار طوال ص۲۲۳)

۲۔ جعدہ بن ھبیرہ کوفی نے کہا کہ آپکو اس امر (خلافت) کی خواہش ہو تو کوفہ آیئے ہم (آپکا ساتھ دینے میں) مرنے تک کیلئے تیار ہیں (اخبار طوال ص۲۳۵)

۳۔ سلیمان بن صرد کوفی نے آپ کو خط لکھکر بلایا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ جب تک معاویہ زندہ ہیں کچھ نہ کرو جب انکا وقت آجائے گا تو میں تمکو اپنی رائے لکھوں گا۔ (امامت وسیاست ص۱۸۳)

یزید یہ امیر معاویہؓ کے پہلوٹھے لڑکے تھے تابعی تھے۔ کئی صحابہ (حضرات ابو الدرداء۔ اسامہ حضرت ابو ایوب انصاری۔ دحیہ کلبی) کی صحبت اور تعلیمات سے فیض پایا تھا۔ حلیم، شجاع اور خطیب تھے۔ صاحب علم حدیث و قرآن تھے۔ قرآن شریف کے اچھے قاری تھے (امامت وسیاست ص۱۹۱)

تین سال (سن ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳ ہجری میں) حج کے امیر بھی رہے البدایہ ۸/۲۲۰ تاریخ اسلام ذہبی ۲/۱۹۳ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص۱۱۶۳ (۵۲ھ مطابق ۱۲ سنہ جلوس معاویہؓ) میں امیر معاویہؓ نے قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کے لئے ایک فوج سفیان بن عوف کی سرکردگی میں بھیجی لیکن وہ فوج وہیں رک گئی حضرت معاویہؓ نے دوسری فوج تیار کی چونکہ اس مہم پر جانے والوں کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی بشارت ان الفاظ میں فرمائی تھی اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ بخاری ج ۱ ص۴۱۰)

اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے بعض اکابر صحابہ مثل میزبان رسول حضرت سیدنا ابو ایوب انصاریؓ (حاشیہ بخاری)۔ سیدنا عبد اللہ ابن عمرؓ سیدنا عبد اللہ ابن عباسؓ۔ سیدنا عبد اللہ بن الزبیرؓ۔ سیدنا حسین بن علیؓ (تاریخ عرب امیر علی ص۱۱) بھی اس غزوہ میں جانے لگے یہ دیکھکر یزید نے بھی شرکت کرنی چاہی (منہاج السنہ ج۲ ص۲۴۵)

اس لئے امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید ہی کو اس لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا (طبری ۱۰۱)
جب یہ فوج قسطنطنیہ کے قلعہ کے سامنے پہونچی تو حضرت ابوایوبؓ کا انتقال ہوگیا
(ناسخ التواریخ ج ۲ کتاب ۲ ص ۶۶) انھوں نے یزید سے وصیت کی کہ میری لاش
دشمن کی زمین سے جتنی دور لیجا سکو لیجا کر دفن کرنا چنانچہ وہ قسطنطنیہ کی قلعہ کی دیوا
کے نیچے دفن کئے گئے۔ یزید ہی نے انکے جنازہ کی نماز پڑھائی اور وہی پنجوقتہ
نمازوں کا بھی امام تھا اور تمام مجاہدین مع سیدنا حسینؓ وابن زبیرؓ کے یزید ہی
کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اس حملہ میں قسطنطنیہ فتح نہیں ہوسکا۔

سنہ ۵۶ھ (سنہ ۱۶ جلوس) میں حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
نے حضرت سیدنا امیر معاویہؓ سے محض دینی اور اسلامی خیرخواہی کی نیت سے
یہ کہا کہ :-

(۱) آپ کی موجودگی ہی میں اہل کوفہ حسینؓ کو خلافت کے لئے ابھار رہے ہیں
ابن زبیر کے تیور بھی اچھے معلوم نہیں ہوتے پھر عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن
عباس، سعید بن عثمان بھی استحقاق خلافت رکھتے ہیں ان قرائن سے اندیشہ
ہے کہ آپ کے بعد خلافت کے امیدواروں میں جنگ اور خونریزی ہوگی

(۲) آپ کی امارت خلافت چالیس سال سے جمی ہوئی ہے اسوقت ہر جگہ
امت مسلمہ بھی اور غیر مسلم رعایا بھی آپ سے اور اپکے عمال سے مانوس ہیں ملک
میں امن ہے فتنے دبے ہوئے ہیں۔

(۳) ملک میں اکثر مقامات میں عمال اور والی آپ ہی کے خاندان بنوامیہ کے
افراد ہیں جنکو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرات ابوبکر وعمر اور عثمان
رضی اللہ عنہم نے مقرر کیا اور برابر برقرار رکھا اور انکی تعداد میں اضافہ بھی کیا۔

(۴) رعایا اس وقت ویسی شائستہ اور سنجیدہ نہیں جیسی خلفاء ثلاثہ کے زمانوں

میں تھی ان باتوں کے پیش نظر مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کے بعد حصول خلافت کے لئے ان مستحقین خلافت میں بڑی سخت رسہ کشی ہوگی ہر مستحق خلافت، خلافت طلب کریگا اسکے کچھ طرفدار ہونگے اور ان طرفداروں کیوجہ سے مستحقین خلافت آپس میں لڑیں گے اور مسلمانوں کا خون مفت میں بہے گا اگر اسوقت حکومت بنوامیہ کے خاندان سے نکلکر کسی دوسرے کے خاندان میں گئی تو ہر صوبہ کے گورنر بھی بدل دئے جائیں گے اور اس سے ہر جگہ شورش، بدامنی بغاوت اور جنگ ہوکر رہے گی۔ آپ خلیفۃ المسلمین ہیں آپ کے ذمہ امت کی بہبود اور خیرخواہی واجب ہے آپ کے لئے لازم ہے کہ آپ ابھی سے اسکا کچھ انتظام سوچیں اور اس مصیبت کے دفعیہ کے لئے ضروری تدابیر کرکے اس دنیا سے رحلت کریں۔

اس پر امیر معاویہؓ نے پوچھا کہ پھر مشورہ کیا ہے۔ حضرت مغیرہؓ نے کہا کہ میرے نزدیک مشورہ تو یہ ہے کہ آپکا لڑکا یزید اگرچہ صحابی نہیں ہے مگر ماشاء اللہ دیندار شجاع منتظم ہے حکومت سنبھالنے کا اہل ہے آپ اسی کو اپنا خلیفہ بنائیے بلکہ اپنی زندگی ہی اسکے لئے بیعت (حلفِ وفاداری و اطاعت) لیکر اختلاف کا دروازہ بند کر جائیے۔ امیر معاویہؓ نے کہا تم جتنی مصلحتیں بتا رہے ہو وہ تو سب صحیح ہیں مگر ابتک تو مسلمانوں میں یہ دستور (باپ سے بیٹے کو خلافت و حکومت ملنا) نہیں رہا ہے عام مسلمان اسے پسند نہیں کریں گے، دوسرے یہ کہ اس وقت تو ہم اہلیت خلافت کیوجہ سے یزید کو اپنا جانشین بنا دیں اور یہ شرعاً جائز بھی ہے لیکن اسکی وجہ سے ممکن ہے کہ یہ دستور مسلمانوں میں آئندہ ایسی حالت میں بھی جاری ہو جائے کہ بیٹا نااہل ہو پھر بھی اسے محض خاندان شاہی کا فرد ہونے کی وجہ سے خلافت وحکومت دیدی جائے اسلئے بحکم وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اس بارے میں پوری

امت مسلمہ سے جبتک آزادانہ استصواب رائے شوریٰ (ووٹنگ) نہ ہو جائے میں کبھی اسکے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

اسکے بعد امیر معاویہؓ نے ہر صوبہ کے گورنر کو اسوقت کی ملکی وسیاسی پوزیشن صاف صاف لکھ بھیجی اور امت کو خونریزی سے بچانے کی جو صورت حضرت مغیرہؓ صحابی کی تجویز سے سمجھ میں آئی تھی یعنی یزید کو نامزد اور ولیعہد بنا کر اپنی زندگی ہی میں سب سے اس کے لئے بیعت (حلف اطاعت) لے لینا یہ تجویز بھی لکھدی اس پر بصرہ کے گورنر زیاد نے عبید نمیری کو یزید کے پاس پیغام بھیجا کہ جب امیر معاویہ تمھیں اپنے بعد تمھیں خلیفۃ المسلمین بنانا چاہتے تو پہلے تم خود بھی تو زرا اپنی اصلاح کر لو سیر وشکار وغیرہ میں انہماک چھوڑ و یہ یہ بیکاروں کا مشغلہ ہے یہ سنکر یزید نے اپنے اکثر مشاغل چھوڑ دیئے یہاں اسکا ذکر بیموقع نہو گا کہ اسوقت تک یزید کے اندر یا تو یہی سیر وشکار (تیروں کتوں، چیتوں سے شکار کرنے کا عیب اور فسق تھا یا گھر گھسنے پن (بیوی، لونڈی کیطرف میلان) کا عیب اور فسق تھا اور اسکے ان عیوب وفسوق کا حال سب لوگوں کو یہاں تک کہ خود امیر معاویہؓ کو اور بصرہ کے گورنر زیاد کو معلوم بھی تھا۔ یہ سب عرفی فسق وعیوب تھے اور اُس پاکیزہ دور میں اتنی جائز تفریحات بھی مسلم معاشرے میں قابل ملامت تھیں۔ مسلمان ایک بہادر قوم ہے اور ایک بہادر قوم میں ایسی تفریحات بھی تباہ کن سمجھی جاتی ہیں ان تفریحات کا ظہور ایک صالح معاشرے میں اخلاقی گراوٹ کا پیش خیمہ ہے اسلئے لوگ یزید کو فاسق کہتے تھے چنانچہ اس پر اسے ٹوک بھی دیا یعنی ان تفریحات جائز کو بھی خلافت اسلامیہ کے منصب کے خلاف سمجھا مگر شرعی فسق مثلاً شراب پینا، زنا کرنا وغیرہ اسکے اندر نہیں تھا اگر کہیں اسکے اندر یہ عیوب ہوتے

تو نہ کوئی (اور خاصکر ایک صحابی رسول حضرت مغیرہؓ) اسے خلافت اسلامیہ کے لئے نامزد کرتا نہ کوئی اسکی تائید کرتا بلکہ جس طرح جائز معمولی تفریحات پر علانیہ لوگوں نے ٹوک دیا اور یزید نے اپنے وہ جائز مشاغل بھی ترک کئے۔ اسیطرح شراب نوشی کے فسق پر تو اس عہد کے پختہ کار مسلمان، صحابہ اور تابعین جو بعد کے بڑے بڑے قطب اور غوث سے درجہ میں، دینداری اور خدا ترسی میں، اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں بڑھے ہوئے تھے یزید کے بھی اور حضرت معاویہؓ کے بھی سخت مخالف ہو جاتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ ہاں جب وہ خلیفہ بن گیا تو اس نے گانا سننا بھی شروع کر دیا تھا، اور سماع یعنی بلا باجے کا گانا سننا اختلافی مسئلہ تھا بعض لوگ اسوقت بھی اسے ناجائز بعض جائز کہتے

غرض استصواب رائے (ووٹنگ) کے بڑے پیمانے پر انتظامات ہوئے دمشق (شام) میں بڑا اجتماع ہوا۔ ہر صوبے سے نمائندے حکومت کے خرچ پر شام میں پہنچے، امیر معاویہؓ نے انکے سامنے ایک تقریر کی اسمیں اسلام کی اہمیت خلافت کی ذمہ داری، پبلک کو اطاعت خلیفہ کی ضرورت، یزید کی اہلیت خلافت اور مہارت سیاست وغیرہ بیان کر کے کہا کہ میں اپنے بعد یزید کو مسلمانوں پر خلیفہ و حاکم بنانا چاہتا ہوں اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ اگر آپ میری اس تجویز سے متفق ہیں تو آپ لوگ میرے ہی ہاتھ پر اسکے لئے بیعت اور وعدۂ اطاعت بھی کر لیجئے، اسپر مختلف صوبوں سے آئے ہوئے پبلک کے نمائندے نہ تو امیر معاویہؓ سے ڈرے نہ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے اس اہم معاملہ میں کسی قسم کی مداہنت سے کام لیا اسی کے ساتھ انھوں نے کسی قسم کا جھوٹ اور افترا بھی نہیں کیا بلکہ اسلامی صداقت اور صاف گوئی سے اور پبلک اور خلیفہ دونوں کی خیر خواہی سے کام لیا اور صاف صاف اپنی رائیں دیں۔

(۱) مدینہ شریف سے نمائندوں کا جو وفد آیا اس کے رئیس محمد ابن عمرو نے کہا کہ "آپ امت کے نگہبان ہیں آپ جسے امت محمدیہ کا نگہبان بنانا چاہتے ہیں اسکے حالات کو خود ہی خوب غور سے دیکھ لیجئے اسلئے کہ قیامت میں اسکے بارہ میں آپ سے سوال ہوگا" (خضری $\frac{۲}{۱۱۸}$) امیر معاویہؓ خود بھی بڑے صحابی خدا ترس تھے بڑے سے بڑے غوث اور قطب سے بھی وہ اللہ تعالیٰ کے محب اور محبوب بندے آخرت خود ان کے بھی پیش نظر رہتی تھی اب جو وفد مدینہ نے انکو بھرے مجمع میں یزید کے حالات پر متنبہ کر دیا اور انکو آخرت کی بازپرس کی یاد دلائی تو یقیناً انکو اسوقت خدا کی شرم اور مخلوق کی شرم زیادہ پیدا ہوگئی ہوگی اگر انکی تجویز میں کچھ بھی شرعی غلطی ہوتی تو وہ ضرور اس سے باز آجاتے۔

(۲) اسکے بعد بصرہ کے وفد کے رئیس احنف بن قیس نے اور بھی زیادہ صاف الفاظ میں کھل کر کہدیا، انھوں نے کہا "اگر ہم اپنی سچی رائے ظاہر کرتے ہیں تو ہمیں آپ سے خوف ہے لیکن اگر ہم جھوٹ اور غلط کہتے ہیں تو خدا سے خوف ہے (اسلئے ہم جو کچھ کہیں گے خدا کے خوف کا زیادہ خیال رکھکر کہیں گے) آپ یزید کے دن رات کے مشاغل اور اسکے خفیہ اور علانیہ افعال سے خوب واقف ہونگے اگر آپ اس معاملہ میں خدا کی رضا اور امت کی بہتری سمجھتے ہیں تو ضرور ایسا کر دیجئے اسمیں کسی سے مشورہ کی بھی ضرورت نہیں لیکن اگر آپ اسمیں خدا کی رضا اور امت کی بہتری نہ سمجھیں تو اب آپ کا آخری وقت ہے اسوقت تو آپ یزید کو دنیا میں ملوث اور آلودہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ رہے ہم تو ہم ہر حال میں آپکا حکم ماننے کو آمادہ ہیں۔ (خضری $\frac{۲}{۱۱۸}$)

(۳) اسکے بعد کوفہ کے وفد نے تقریر کی اور از خود یزید کا نام ولیعہدی کے لئے بخوشی پیش کیا۔ (عباسی صہ۴۰ طبع سوم)

(۴) اہل شام نے بھی یزید کے موافق رائے دی۔

غرض بھاری اکثریت نے ہر پہلو سے غور کرنے اور توجہ دلانے کے بعد یزید کے موافق رائے دیدی اور اگرچہ مدینہ اور بصرہ والوں نے یزید کے بارے میں کچھ تنبیہی اشارات کئے تھے مگر وہ بھی صرف اسکی نوعمری کی جائز تفریحات کی، غیر ذمہ دارانہ زندگی گزارنے کی، غافلانہ اور لاابالیانہ روش کی شکایت تھی کسی حرام قتل وغیرہ کے ارتکاب کی شکایت نہ تھی اسلئے امیر معاویہ نے یہ دیکھکر کہ یزید کی مخالفت کمزور بنیادوں پر ہے بھاری اکثریت کے فیصلے ہی پر عمل کیا۔ اسکے بعد ہر صوبہ کے باشندوں کیطرف سے وہاں کے نمائندوں نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر ۵۶ھ میں یزید کیلئے بیعت کی اور جب ولیعہدی کی بیعت مکمل ہو چکی تو آپ نے خدا سے یہ عرض کیا کہ "اے اللہ اگر آپ کے علم میں بھی یہ ہے کہ میں نے یزید کو اسلئے ولیعہد کیا ہے کہ وہ اسکا اہل ہے تو پھر اسکے لئے وہ تسلط پورا کیجیے جسکے لئے میں نے اسے والی اور امیر بنایا ہے اور اگر میں نے اسے محض محبت پدری سے امیر بنایا ہو تو اسکے لئے وہ تسلط پورا نہ کیجیے جس کیلئے میں نے اسے امیر بنایا ہے (البدایہ $\frac{۸}{۸۰}$) اب سوا چند حضرات (سیدنا حسین ابن علی، عبداللہ بن الزبیر۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم) کے تمام صوبوں کی تمام پبلک عوام وخواص نے بیعت کرلی۔ اتنے اعلان اور اتنی بھاری اکثریت کی رائے ومشورے سے یزید کو خلیفہ، صاحب امر بنایا گیا تھا۔

اسکے بعد امیر معاویہ چار سال تک زندہ رہے اور اسوقت مختلف ممالک اسلامیہ میں تقریباً ڈھائی سو صحابہؓ موجود تھے ان چار برسوں کی مدت میں نہ تو کسی صحابی نے حضرت امیر معاویہؓ کے اس فعل کے خلاف آواز

اٹھائی نہ کسی جگہ پبلک میں شورش اٹھی

وفاتِ معاویہؓ

۲۲ رجب سنہ ۶۰ھ (۳ مئی سنہ ۶۸۱ء) کو امیر معاویہؓ اپنے رب سے جا ملے ۲۸ رجب سنہ ۶۰ھ کو یزید تخت نشین ہوا

اس نے والی مدینہ ولید بن عتبہ کو لکھا کہ مدینہ کے ان چاروں حضرات (سیدنا حسین - ابن عمر - ابن زبیر - ابن عباس رضی اللہ عنہم) سے میری بیعت لو جب تک یہ لوگ بیعت نہ کرلیں انکو مہلت نہ دو (خضری ۲/۱۲۴) بات یہ تھی یزید کو یہ خبر پہونچ چکی تھی کہ اہل کوفہ سیدنا حسین کو نسلی اور نسبی بنیادوں پر حکومت وقت کے خلاف ابھارنا چاہتے تھے اسوقت تو یہ فتنہ دبا رہا کہیں ایسا نہ ہو کہ اب ابھرے اس لئے سب سے بیعت لیکر اس اندیشہ کی جڑ ہی ختم کردو۔ ولید نے ان تینوں حضرات کو اپنے یہاں بلوا بھیجا۔ ابن زبیرؓ گھر پر نہ تھے ان کے بھائی نے کہا کہ وہ کل ولید سے ملنے جائیں گے۔ جب ابن زبیرؓ گھر آئے اور سنا کہ ولید نے بلوایا تھا تو سمجھ گئے کہ غالباً خلیفہ کا انتقال ہو گیا ہے اب مجھے بیعت یزید کے لئے بلا رہے ہیں اسلئے وہ رات ہی کو مکہ روانہ ہو گئے وہ یزید کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ حضرت حسینؓ اور ابن عمرؓ ولید کے یہاں گئے حضرت معاویہؓ کے انتقال کی خبر سنکر دونوں نے اناللہ پڑھی اور امیر مرحوم کیلئے دعائے رحمت کی جب ولید نے بیعت یزید کا مطالبہ کیا تو ابن عمرؓ نے کہا کہ جب اور لوگ بیعت کریں گے تو میں بھی کرلوں گا۔ حضرت حسین نے جواب دیا مجھ جیسا شخص چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا آپ جب رعایا مدینہ سے بیعت لیجئے گا تو جیسا سب کریں گے ویسا ہی میں بھی کروں گا۔ ولید نرم پالیسی کے آدمی تھے انھوں نے زیادہ اصرار نہیں کیا یہ سمجھا کہ آج بیعت نہیں کی ہے تو کل پبلک کے ساتھ کرنے کا وعدہ تو کیا ہے۔ دوسرے

دن ولید نے یزید کی بیعت کیلئے رعایا کو بلایا اگرچہ اس بیعت کی ضرورت مطلق نہ تھی اسکی بیعت تو ہر جگہ کے نمائندوں نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر کرہی لی تھی مگر ولید نے احتیاطاً دوبارہ بیعت لی۔ سب کے ساتھ حضرات عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ نے بھی بیعت کرلی (خضری ۲/۱۲۴) اسلئے کہ انکے دلوں میں طلب خلافت کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ تھا البتہ سیدنا حسینؓ مکہ کو روانہ ہوگئے اور سلیمان بن صرد کوفی سے جو وعدہ پہلے کرچکے تھے اسکی تیاری کی فکر کرنے لگے۔

شر و فتنہ جب حضرت معاویہؓ کے انتقال اور یزید کے دوبارہ بیعت کی خبر کوفہ پہونچی تو انکا وہ خیال (کہ حضرت حسینؓ کو بلاؤ اور یزید کے مقابلہ میں انکو خلیفہ بناؤ) پھر جاگا۔ سلیمان خزاعی کے یہاں میٹنگ میں یہ بات طے پائی کہ حضرت حسینؓ کو پھر لکھا جائے کہ آئیے تو ہم بجائے یزید کی بیعت کرنے کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ آپ رسول کے نواسہ ہیں آپ زیادہ مستحق خلافت ہیں وغیرہ وغیرہ۔ غرض انھوں نے اس مضمون کے ڈیڑھ سو خطوط رجب ۶۰ھ سے انکے پاس مکہ میں بھیجنا شروع کئے ان خطوط کے علاوہ ساٹھ پینسٹھ قاصد بھی حضرت حسین کے پاس بلانے بلکہ ساتھ لے آنے کیلئے بھیجے (طبری ۶/۱۹۷۔ البدایہ والنہایہ ۸/۱۵۱ ناسخ التواریخ ۶/۱۲۴) شعبان سے ذیقعدہ ۶۰ھ تک چار ماہ برابر یہ خطوط اور وفود کوفہ سے آتے رہے مگر والیٔ مکہ نے یا یزید نے باوجود اطلاع پاجانے کے سیدنا حسین سے مطلق تعرض نہیں کیا اگر حکومت کو سختی کرنی منظور ہوتی تو بہت آسانی سے حضرت حسینؓ کے خلاف یا کم سے کم ان شرپسند کوفیوں کے خلاف کوئی کارروائی کرسکتی تھی۔ غرض ان خطوط اور وفود کے اصرار اور دباؤ سے حسینؓ کا ارادہ کوفہ جانے کا ہوگیا۔ یہ دیکھکر حسب ذیل بارہ آدمیوں (صحابہ و غیر صحابہ) نے انکو کوفہ جانے سے وہاں کے شرپسندوں پر اعتماد کرنے سے، طلب خلافت سے حکومت مقابل آنے سے

بہت منع کیا، حضرات عبداللہ بن عمرؓ[1]۔ عبداللہ بن عباسؓ[2]۔ عبداللہ بن زبیرؓ[3]۔ ابوسعید[4] خدری۔ ابو واقد لیثی[5]۔ جابر بن عبداللہ[6] رضی اللہ عنہم صحابہ، اور عبداللہ بن جعفر[7]۔ محمد[8] بن الحنفیہ برادرِ حسین۔ عمرو[9] بن عبدالرحمن بن حارث، عبداللہ[10] بن مطیع۔ عمرو بن[11] سعید رضی اللہ عنہم۔ تابعی اور فرزدق شاعر خارجی ان سب کے مشوروں کو سنکر حضرت حسین نے اپنی رائے میں صرف اتنی ترمیم کرلی کہ خود فوراً سفر کوفہ نہیں کیا بلکہ پہلے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اپنا خط دیکر اس تجویز کے ساتھ ذیقعدہ ۶۰ھ میں کوفہ بھیجا کہ اگر اہل کوفہ اپنے وعدہ اور ارادہ پر مستحکم معلوم ہوں تو ہمیں لکھنا پھر ہم بھی معہ اہل وعیال کوفہ آجائیں گے اور اگر انکو مستحکم نہ پانا تو تم بھی واپس چلے آنا اہل کوفہ کے خط میں لکھا کہ ابھی تو یہ مسلم جارہے ہیں یہ وہاں کے حالات دیکھکر مجھے لکھیں گے اگر آپ لوگ میری خلافت کیلئے مضطرب ہیں تو پھر میں انشاء اللہ جلد آؤنگا (اخبار طوال ص ۲۴۲ طبری ۶/۱۹۹) مسلم کوفہ پہونچکر مختار کے گھر ٹھہرے یزید کو بھی خبر ملی تو اس نے حضرت نعمان بن بشیر صحابی رضی اللہ عنہ والی کوفہ کو لکھا کہ مسلم کو شہر بدر کرادو لیکن اگر وہ جنگ کرنے لگیں تو پھر انکو قتل کرادو۔ حکومت کا یہ حکم مسلم کیخلاف ظاہر ہے کہ بہت ضروری اور انتظامی تھا اور یہ بہت نرم رویہ تھا کہ انکو شہر بدر کرادو۔ مگر حکومت نے اس وقت بھی کوئی اقدام حضرت حسین کیخلاف نہیں کیا۔ حضرت نعمانؓ نے یہ دیکھکر کہ مسلم آئے ہیں اور حضرت حسینؓ کی بیعت لے رہے ہیں سمجھ گئے کہ یہ کوفہ کی سازشی جماعت کی فتنہ پردازی ہے اسلئے انھوں نے جمعہ کے دن منبر پر جاکر اعلان کیا "مسلمانو! امت میں تفرقہ نہ ڈالو اگر تم اپنے امام یزید کی مخالفت کروگے تو میں تمکو قتل کردونگا" ایک شخص نے اٹھکر گورنر کو ٹوکا کہ یہ نرمی مناسب نہیں سختی کرنے کی ضرورت ہے پھر اسی شخص نے یزید کو لکھا کہ گورنر بدلو کوئی سخت آدمی بھیجو (خضری ۲/۱۲۴) مگر حضرت نعمان کی یہ نصیحت لوگوں نے نہیں سنی اور برابر مسلم کے ہاتھ پر حضرت حسینؓ کے لئے

بیعت کرتے رہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ انکی تعداد بارہ ہزار تک پہونچ گئی تو مسلم نے سیدنا حسین کو لکھا کہ "بارہ ہزار آدمیوں نے اسوقت تک میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے اب آپ جلد آئیے یہاں کوئی شخص معاویہ والوں سے خوش نہیں ہے" (طبری ج۶ ۲۲۱) یزید کو برابر یہ خبریں ملتی رہیں مگر اس نے مکہ میں سیدنا حسین پر کوئی سختی نہیں کی۔ حضرت نعمانؓ کو معزول کرکے عبید اللہ بن زیاد والیٔ بصرہ کو حکم دیا کہ آج سے تمکو بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی گورنر بنایا جاتا ہے تم دونوں جگہوں کا انتظام کرو کچھ دن یہاں رہا کرو اور کچھ دن وہاں یہ حکم پاکر وہ فوراً کوفہ آیا مگر احتیاطاً فوج و مجمع کے ساتھ نہیں آیا بالکل تنہا ایک دو پہر کو منہ ڈھانکے کوفہ میں داخل ہوا اہل کوفہ جوق جوق نکلے اور غلطی سے اسے حضرت حسین سمجھکر پر جوش استقبال میں با آواز بلند کہنے لگے "مرحبا اے فرزند رسول"۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ کوفیوں کا نامۂ اعمال ایسی پرفریب باتوں سے بھرا ہوا ہے انھیں معلوم تھا کہ سیدنا حسین تنہا نہیں آئیں گے بلکہ انکے ساتھ خود انکے اہل و عیال اور مسلم کے بھائی بیٹے اور کوفہ سے گئے ہوئے وفد کے لوگ بھی انکے ساتھ آرہے ہیں، اسکے علاوہ اہل کوفہ حضرت حسین کو پہچانتے بھی تھے اسلئے کہ وہ حضرت علیؓ کے ایام خلافت میں کوفہ رہ چکے تھے اور اہل کوفہ انکو دیکھ چکے تھے پھر یہ بات بھی عقل میں نہیں آتی کہ حضرت حسینؓ آتے تو بغیر اطلاع دیئے کیوں آتے اور حضرت مسلم انکو لینے کیوں نہ جاتے؟ ان باتوں کیوجہ سے وہ ایک اکیلے شخص کو جو ڈھاٹا باندھے آیا تھا حسین کیونکر سمجھ لیتے؟ بات یہ ہے کہ وہ اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ یہ نیا گورنر ہے وہ قصداً یہ چاہتے تھے کہ اسکو یہ اطلاع ابھی سے کردیں کہ حضرت حسینؓ یہاں آرہے ہیں اور ہم سب انکے طرفدار ہیں اس خیال سے انھوں نے ظاہر کیا کہ ہم نے غلطی سے اسکو حسین سمجھ لیا۔

بہرحال گورنر نے کوفہ پہونچکر اپنے غلاموں کے ذریعہ خفیہ پتہ لگاکر مسلم کے میزبان ہانی کو گرفتار کیا۔ شہر میں خبر یہ اڑ گئی کہ ہانی قتل کردیئے گئے یہ سنکر مسلم نے اپنے ساتھیوں کو جو اسوقت اٹھارہ ہزار یا شاید چالیس ہزار ہوچکے تھے آواز دی سب جمع ہوگئے مسلم نے

سبھوں کو لشکری اصول سے مرتب کیا اور گورنر کے محل پر دھاوا بول دیا اور محاصرہ کر لیا اسوقت ابن زیاد کے پاس صرف پچاس آدمی تھے مگر وہ سیاست کا ماہر تھا مطلق نہ گھبرایا اور اس نے کوفہ کے بعض اشراف سے کہا کہ آپ لوگ محل پر چڑھ کر مجمع پر نظر ڈالیے اور ہر شخص اپنے اپنے اعزّا و شناساؤں کو فتنے، بلوے، بغاوت اور شورش کے نتائج بد سے ڈرائے سبھوں نے ایسا ہی کیا یہ دھمکی سنکر بھیڑ چھٹنی شروع ہو گئی اور مجمع کم ہونے لگا چند ہی گھنٹوں میں پورا مجمع منتشر ہو گیا اور مسلم تنہا رہ گئے ابن زیاد نے انکو حکومت کیخلاف بغاوت اور گورنر پر حملہ کرنے کے جرم میں گرفتار کر کے قتل کر دیا یہ واقعہ دوشنبہ ۹ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ (۹ ستمبر سنہ ۶۸۰ء) کو پیش آیا قتل سے پہلے انھوں نے عمرو بن سعد سپہ سالار سے کہا کہ تم میرے رشتہ دار ہو میری دو وصیتیں ضرور پوری کر دینا ایک یہ کہ میرے اوپر ایک ہزار دینار قرض ہے اسکو ادا کر دینا دوسرے یہ کہ حسین کو لکھ بھیجنا کہ اب ادہر آنے کا قصد نکریں کوفی بیوفا اور دغا باز ہیں انکے کہنے میں نہ آئیں انھوں نے وعدہ کیا اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ انھوں نے اپنے وعدہ کو حرف بحرف پورا بھی کر دیا۔ ادھر تو یہ قصہ گزرا اُدھر حضرت حسینؓ مکہ میں تھے کہ انکو مسلم کا خط ملا کہ بارہ یا اٹھارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی ہے آپ جلد آ جائیے۔ یہ خط انکو پہلی ذی الحجہ کو ملا تو انھوں نے کوفہ جانے کا عزم کر لیا اور حج سے فارغ ہو کر ۸ ذی الحجہ ہی کو کوفہ کیلئے تیار ہو گئے اور حج کے بقیہ ارکان (۱۱ اور ۱۲ کی رمی جمار وغیرہ) ترک کر دیئے آپکے ساتھ تقریباً سو آدمی تھے ساٹھ آدمی کے قریب تو کوفی ہی لوگ تھے جو حضرت حسینؓ کو لینے آئے تھے اور چالیس آدمی مرد و زن خورد و کلاں خود حضرت حسینؓ کے گھر کے لوگ تھے۔ ابھی یہ لوگ مکہ سے روانہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ انکو خبر ملی کہ بُحَیر بن زیاد والی یمن نے ایک قافلہ کے ساتھ اپنے کچھ اہلکاروں کے ذریعہ یمن کا سالانہ خراج یزید کے پاس بھیجا ہے جسمیں ورس، پوشاکیں اور دیگر اشیائے نفیسہ ہیں وہ یمنی قافلہ بھی حج سے

فراغت کے بعد ملک شام کو جا رہا ہے حضرت حسین نے اس قافلہ کو روک کر اہلکاران حکومت سے خراج کا کل مال لے لیا (البدایہ ۱۶۶/۸، ناسخ التواریخ ۲۰۹/۶، طبری ۲۱۸/۶، اخبار الطوال ۲۵۵، مقتل ابومخنف ص ۵۵، ابوالفدا، ابن اثیر) اسکے بعد آپ کوفہ روانہ ہو گئے، مکہ کے گورنر عمرو بن سعید نے جب سنا کہ مکہ کے قریب حکومت کا مال خراج یمن کے اہلکاران حکومت سے چھین گیا تو انھوں نے اپنے بھائی کے ساتھ کچھ سپاہی کر کے سیدنا حسین کے پیچھے دوڑائے دونوں جماعتوں میں باہم کوڑوں اور ڈنڈوں سے مقابلہ ہوا، مار پیٹ ہوئی حضرت حسینؓ کے ساتھیوں نے حکومت کے آدمیوں کا سختی سے مقابلہ کیا اور تیزی سے نکلے چلے گئے (البدایہ ۱۶۶/۸، طبری ۲۱۸/۶)

(انتباہ) یہاں بے موقع نہ ہوگا اگر اس سے چند سال قبل عہد معاویہؓ کا بھی ایک واقعہ بیان کر دیا جائے ۵۴ھ میں جب سیدنا حسنؓ کے انتقال پر چھ سال گزر چکے تھے یمن ہی کے عامل نے اپنے صوبہ سے کچھ خراج کا مال خلیفہ وقت سیدنا امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا تھا جب یہ قافلہ مدینہ سے گزرا تو حضرت حسینؓ نے اسے روک کر کل مال اپنے قبضہ میں کر لیا اور اپنے عزیزوں اور غلاموں میں اسے تقسیم کر دیا اور حضرت معاویہؓ کو خط کے ذریعہ اسکی اطلاع بھی کر دی (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۱۸۱/۴، ناسخ التواریخ ۲/۶ کتاب ۲) حضرت معاویہؓ نے حضرت حسین کو جواب بھیجا "سنو! صرف والی اور گورنر کو تو اسکا حق ہے کہ مال خراج اپنے قبضہ میں رکھے اور اپنی صوابدید سے خرچ کرے (اور کسی کو یہ حق نہیں تم نے غلطی کی جو بے اجازت اس پر قبضہ کر لیا) بخدا اگر تم اسے میرے پاس آنے دیتے تو جو کچھ اسمیں تمھارے حصہ کا تھا میں اسمیں سے کچھ بھی کم نہ کرتا (پورا حصہ دیتا) مگر اے فرزند! مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ تمھارے دماغ میں کوئی جوش کوئی امنگ ضرور ہے خیر میرے سامنے تم ایسا کر لو میں تمھارا قدر دان ہوں اور میں تم سے درگزر کر سکتا اور کرتا ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد کہیں تمھیں ایسے شخص سے پالا نہ پڑ جائے جو تمھارا مطلق لحاظ نہ کرے" یہ واقعہ عہد معاویہ

کا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سیدنا حسین رضؓ نے عہد یزید میں کلی (غالباً ۱۸ ہزار کوفیوں کی بیعت کے بل پر) وہی عمل دہرایا۔

مکہ سے کربلا تک آٹھ سو عربی میل (۹۵۰ انگریزی میل) کا فاصلہ ہے جس میں حسب ذیل تیس منزلیں ہیں :-

بستان ۱ ابن عامر - ذات ۲ عراق - غمرہ ۳ - مسلح ۴ - افیعیہ ۵ - عمق ۶ - سلیلہ ۷

معدن ۸ بنی سلیم - ربذہ ۹ - مغیثہ ۱۰ - معدن ۱۱ نقرہ - حاجر ۱۲ - سمیرا ۱۳ - توز ۱۴ - فید ۱۵ - اجفر ۱۶

زرود ۱۷ (خزیمیہ) ثعلبیہ ۱۸ - قبر العبادہ ۱۹ - الشقوق ۲۰ - زبالہ ۲۱ - القاع ۲۲ عقبہ ۲۳ - واقصہ

شراف ۲۴ - القرعا ۲۵ - المغیثہ ۲۶ - قادسیہ ۲۷ - ذو حسم ۲۸ - قصر مقاتل ۲۹ - کربلا ۳۰ -

سب سے پہلے مصنف ابو مخنف نے چونکہ صرف دس ہی منزلوں کا ذکر کیا ہے جس پر ہم نے دُہری لکیر کھینچ دی ہے تو بعد میں سب نے اسی کی نقل کر دی۔ سب منزلوں میں برابر فاصلہ نہیں تھا، دو منزلوں میں کم سے کم فاصلہ ۱۸ میل اور زیادہ سے زیادہ ۴۴ میل تھا چونکہ اونٹ کی رفتار ڈھائی میل فی گھنٹہ ہوتی ہے اس حساب سے اگر وہ روزانہ بارہ گھنٹے چلے اور روزانہ تیس تیس میل (یعنی ایک منزل) تب کہیں جا کر پورے ایک مہینہ میں ایک مسافر مکہ سے کربلا پہونچ سکتا ہے اس سے قبل ممکن نہیں اسلئے جن اہل تاریخ نے حضرت حسین کی مکہ سے روانگی ۳ ذی الحجہ یا ۸ ذی الحجہ کو دکھائی ہے وہ اسلئے غلط ہے کہ بعد حج حضرت حسینؓ کا یمنی قافلہ کو روکنا اور مال خراج چھین لینا ثابت ہے اور جن لوگوں نے ۸ ذی الحجہ کو روانگی دکھا کر ۲ محرم الحرام کو کربلا پہونچنا اور راستہ میں صرف دس منزلوں کا آنا اور وہاں ٹھہرانا دکھایا ہے وہ اسلئے غلط ہے کہ ایک ماہ سے کم میں ساڑھے نو سو میل کا سفر طے نہیں ہو سکتا پس صحیح یہ ہے کہ حضرت حسین سہ شنبہ ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ (۱۱ ستمبر سنہ ۶۸۰ء) کو مکہ سے چلے اور ایک ماہ بعد

چہارشنبہ ۱۰؍ محرم سنہ ۶۱ھ (۱۰؍ اکتوبر سنہ ۶۸۰ء) کو کربلا پہونچے۔

الغرض سیدنا حسینؓ ابھی اٹھارویں منزل ثعلبیہ تک پہنچنے پائے تھے کہ ۲۸؍ ذی الحجہ کو ایک مسافر کوفہ سے آتا ہوا ملا اس نے اطلاع دی کہ کوفہ میں ہانی اور مسلم قتل کر دیئے گئے۔ آپ نے انا للہ پڑھی اور ارادہ کیا کہ اب یہیں سے واپس ہو جائیں کچھ خیر خواہوں نے مشورہ بھی دیا اور قسم دیکر اصرار سے کہا کہ لوٹ چلئے کوفہ میں آپکا کوئی مددگار نہیں ہے (طبری ۶/۲۲۵) اس اسدی مسافر کی اطلاع دینے کے بعد ہی عمرو بن سعد سپہ سالار کا (حسب وصیت مسلم) قاصد پہونچا اس نے کہا مسلم قتل ہو گئے اور وصیت کر گئے ہیں کہ آپ کوفہ کا ارادہ ہرگز نہ کیجئے۔ گورنر ابن زیاد نے بھی اسی قاصد کے ذریعہ یہ پیغام کہلا دیا تھا کہ حسین ادھر نہ آئیں تو پھر ہم ان سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ حضرت حسینؓ کا بھی ارادہ ہو چلا تھا واپس ہو جائیں مگر دو باتیں آڑے آگئیں ایک تو یہ کہ برادران مسلم نے جوش اور صدمہ میں یہ کہا کہ "خدا کی قسم ہم تو نہ لوٹیں گے یا تو اپنے بھائی مسلم کا انکے قاتلوں سے انتقام لیں گے یا اپنی جان دے دینگے" یہ بات جوش اور صدمہ میں کہی گئی تھی اور تھوڑی دیر بعد جب جوش کم ہو جاتا تو یہ رائے بدل بھی سکتی تھی اور یقیناً بدل جاتی مگر دوسری بات یہ پیش آگئی کہ کوفہ کے وہ سبائی فتنہ پرداز جن میں سے ایک کا نام عقبہ بن سمعان تھا اور جو حضرت سیدنا حسینؓ کو ساتھ لانے کے لئے مکہ تک گئے تھے اور وہیں سے ساتھ لگے چلے آرہے تھے انھوں نے دیکھا کہ حضرت حسینؓ تو ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں تو انھوں نے کہا کہ "اے فرزند رسول! مسلم کی اور بات تھی آپ کا درجہ اور معاملہ ان سے بڑھکر ہے لوگ آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں جیسے ہی آپ

کوفہ پہنچیں گے ویسے ہی اہل کوفہ آپکو ہاتھوں ہاتھ لیں گے" طبری ۶/۲۲۵)
اور کچھ تعجب نہیں اگر انھیں لوگوں نے حضرت مسلم کے بھائیوں کو بھی
ضرورت سے زیادہ اشتعال دلا دیا ہو کہ دیکھو واپسی میں ذلت ہے
ہرگز اس پر راضی نہ ہونا ۔ یہ سب خبریں بھی برابر یزید کو پہونچ رہی تھیں
اس نے ابن زیاد کو واضح الفاظ میں ہدایت کی "سنا ہے کہ حسین رض
عراق جارہے ہیں اسلئے تم سرحدی چوکیوں پر نگراں مقرر کرو، مشتبہ
لوگوں کو قید کرو لیکن خبردار کسی پر قتل کے لئے ہاتھ نہ اٹھانا ہاں اگر کوئی
تم پر حملہ کرے تب البتہ تم مدافعت میں تلوار اٹھا سکتے ہو (طبری ۶/۲۱۵، البدایہ ۸/۱۶۵)
اسی طرح مروان نے بھی ابن زیاد کو متنبہ کردیا تھا کہ حسین بن علی رض تمھاری طرف
جارہے ہیں، دیکھو وہ فرزند ہیں سیدہ فاطمہ زہرا کے اور وہ صاحبزادی ہیں
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا کی قسم کوئی شخص بھی ہمکو حسین رض سے
زیادہ محبوب نہیں، خدا انکو سلامت رکھے ۔ دیکھو خبردار کہیں غصہ
یا بے عقلی میں ایسی حرکت نہ کر بیٹھنا جس کی پھر تلافی نہ ہوسکے (البدایہ ۸/۱۶۵
ناسخ التواریخ ۶/۲۱۲) ابن زیاد انھیں ہدایات کی روشنی میں کام کررہا تھا اُدھر
سیدنا حسین رض برادران مسلم کے طعنے اور اہل غرض اہل کوفہ کے کہنے میں آگئے اور
پھر کوفہ کی طرف چلے، قادسیہ (ستائیسویں منزل) پر پہونچکر آپ کی رائے
پھر بدلی آپ نے کوفہ کی طرف سے مڑکر وہ راستہ اختیار کیا جو قصر مقاتل
اور طف (کربلا) ہوتا ہوا دمشق و شام جاتا تھا آپ کا ارادہ ہوا کہ اب
یزید ہی کے پاس چلیں (ارادہ اور راستہ کی یہ تبدیلی خود سیدنا حسین رض
کی اپنی آزاد رائے اور طبیعت سے ہوئی حُر یا کسی اور افسر کے گھیرنے
گھارنے اور زبردستی کربلا پہنچانے کی روایت صحیح نہیں) اس راستہ پر

آپ مقام طُف تک پہونچے اس راستہ میں ایک ہموار جگہ تھی جہاں کھلیان لگا کر غلہ پچھورا اور صاف کیا جاتا تھا اس وجہ سے اس ہموار جگہ کو کربلا (غربلا) کہتے تھے یہ زمین نرم، ملائم، سرسبز و شاداب تھی کیونکہ دریائے فرات کے ساحل پر تھی، یہاں سرخ پھولوں کے پودے کثرت سے تھے، اس میدان میں پانی کے بھی متعدد چشمے تھے جن میں سے ایک چشمے کا نام عینُ الصّید تھا دوسرے کا نام قطقطانہ تیسرے کا رُہیمیہ چوتھے کا نام عین جمل تھا (معجم البلدان ۶/۱۵۱)۔

بہر حال جب چہارشنبہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ (۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء) کو آپ قریۂ طُف میں پہونچے تو ابن زیاد نے سنا کہ حسینؓ اب یزید کے پاس جاتے ہیں تو اس نے عمرو بن سعد سپہ سالار کو جو سیدنا حسینؓ کے نانا ہوتے تھے تین چار ہزار آدمیوں کے ساتھ اس خبر کی تصدیق اور انکے ساتھ والوں کی تحقیق کے لئے بھیجا تو یاد رکھئے کہ اس فوج میں ایک آدمی بھی شام کا نہیں تھا (ناسخ التواریخ ۲/۲۴۱ کتاب) پس مورخین کا یہ لکھنا کہ یہ فوج شام تھی غلط در غلط ہے۔ ادھر فتنہ پرداز کوفیوں کو کسی طرح یہ گوارا نہ تھا کہ حضرت حسینؓ یزید سے ملاقات کریں کہیں ایسا نہو کہ دونوں میں صلح ہو جائے اور پھر ہماری شامت آئے۔ غرض آپ ابھی بڑھنے نہیں پائے تھے کہ کوفہ سے چار نئے آدمی حضرت حسینؓ کے پاس آئے انھوں نے حضرت حسینؓ کو یہ ترغیب دی کہ آپ قبیلۂ طے کی طرف چلے جائیے اور کوہ آجاء و سلمیٰ میں پڑاؤ ڈال لئے وہاں پہونچ جانے پر یزید کی فوج آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی (مقتل حسین از ابو مخنف) اس موقع پر آپ کی رائے پھر بدلی آپکا ارادہ کوہستان آجاء و سلمیٰ کی طرف جانے کا ہونے لگا۔ اسکی خبریں بھی ابن سعد کو مل گئیں خواہ اسطرح

کہ حکومت کی خفیہ پولیس بہت عمدہ تھی یا اس وجہ سے کہ دغاباز کوفی خود ہی ہر بات کی اطلاع حکومت کو دیتے رہتے تھے، اس پر ابن سعد نے سیدنا حسین سے انکے اس طرف آنے کا مقصد دریافت کیا انھوں نے کہلا بھیجا کہ مجھے اہل کوفہ ہی نے خطوط بھیجے تھے کہ ہمارا کوئی امام نہیں آپ آئیے تو ہم آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں میں نے ان پر بھروسہ کیا ۱۸ ہزار کوفیوں نے میرے لئے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی پھر میری بیعت توڑ دی اور مسلم کو بے یار و مددگار شہید ہو جانے دیا اب یہ خبر سنکر میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ اس موقع پر سیدنا حسینؓ نے اگرچہ ایک افسر حکومت کے سامنے خود اقرار کیا کہ میں بیعت لینے اور حکومت کے مقابل خلیفہ بننے آیا تھا مگر اس نے درگزر کیا اور آپ سے صرف یہ کہا کہ آپ ابھی یہیں ٹھہرئیے میں ابن زیاد کو یہ سب حالات لکھتا ہوں اسکا جواب آلے تب کہیں جانے کا ارادہ کیجئے چنانچہ ابن زیاد کے پاس نووارد کوفیوں کا آنا اور کوہستان آجار وسلمیٰ کیطرف جانے کی ترغیب دینا لکھ بھیجا ابن زیاد نے شمر وغیرہ کے مشورے سے جواب دیا کہ امیر یزید ان سے اپنی بیعت لینا چاہتے ہیں تم ان سے کہو کہ جب انکا ارادہ حکومت کے خلاف اٹھنے کا نہیں ہے اور کسی سازشی فتنہ پرداز جماعت سے انکا تعلق بھی نہیں ہے۔ تو اب آپ یزید کے لئے ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر لیجئے تب کہیں جائیے۔ یہ ایک معقول اور سیاسی حیثیت سے ضروری اور جائز پیغام تھا اور حکومت کا نرم رویہ اسی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بہر حال ابن سعد نے یہ پیام سیدنا حسین کو پہونچایا کوفیوں نے جب یہ پیام سنا تو پھر بیعت یزید کے خلاف انکو رائے دی چونکہ وہ کوفیوں کے ہاتھ کا کھلونا بنے ہوئے

تھے اور برابر انھیں کے اشاروں اور مشوروں پر کام کر رہے تھے اسلئے انھوں نے ابن سعد سے کہا" (الف) یا تو مجھے واپس چلا جانے دو (ب) یا مجھے خود یزید کے پاس جانے دو وہاں یزید سے گفتگو ہونے پر ضرورت ہوگی تو میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا (بیعت کرلونگا) (ج) یا پھر مجھے کسی دور کی سرحد اسلامی پر چلا جانے دو" (ابن اثیر ۳/۲۸۳، طبری ۶/۲۳۵ و ۷/۳۱۴، اصابہ ۲/۱۷، البدایہ ۸/۱۷۰، حسین و یزید ص۲۰ تاریخ الخلفاء سیوطی ص۱۴۰) مطلب یہ کہ بیعت یزید کے لئے تم مجھ پر دباؤ نہ ڈالو تو ابن سعد نے ان شرائط کے مان لئے جانے کی سفارش ابن زیاد کو لکھی کہ اس صورت میں معاملہ سلجھ جاتا ہے۔ ابن زیاد نے لکھا مجھے منظور ہے البتہ چونکہ ان کے ساتھ پہلے سے سازشی کوفی لگے چلے آرہے ہیں اس لئے بعض بعید احتمالات کے پیش نظر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تم یہ دو باتیں انکے سامنے رکھو پہلے تو یہ کہ وہ میرے ہاتھ پر یزید کے لئے یہیں بیعت کرلیں اور جب وہ اسے تسلیم کرلیں تو کہو کہ وہ اور ان کے تمام ساتھی احتیاطاً تمام ہتھیار تمھیں سپرد کردیں اسلئے کہ جو لوگ ان کے ساتھ لگے ہیں نہ معلوم کس وقت کس طرح کیا بات حضرت حسینؓ کو سمجھادیں اور کیسا فتنہ اچانک کھڑا ہو جائے۔ ابن سعد نے بیعت یزید کا پیغام بھی حضرت حسینؓ کو پہنچا دیا وہ اس پر قریب قریب راضی ہی تھے مگر فتنہ پرداز کوفی نہ چاہتے تھے کہ ایسا ہو تو وہ موقع کی تاک میں تھے کہ کسی طرح حضرت حسینؓ اور انکے رفقا کو مشتعل کردیں کہ ابن سعد نے نرمی سے حضرت حسینؓ سے ابن زیاد کا دوسرا حکم بتایا کہ چونکہ صلح ہیں ہتھیار کی کوئی ضرورت نہیں اور اب آپ کے اور حکومت کے درمیان سب معاملات سطے ہی

ہوگئے ہیں اسلئے بہتر ہے کہ آپ لوگ ہتھیار ہمیں دیدیں اور ہمارے ساتھ
چل کر ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کے لیے بیعت کرلیں۔ اتنا موقع ملنا تھا کہ
کوفیوں نے برادران مسلم کو مشتعل کردیا کہ قصاص مسلم لینے کا وقت یہی ہے
اور شور مچادیا کہ یہ تو حضرت حسین کی توہین ہے۔ ایک بہادر کے لئے ہتھیار
دیدینا بڑے شرم کی بات ہے یہ کہکر ابن سعد کے غافل سپاہیوں پر
جو فوج حسینی سے ہتھیار لینے کے لئے گھیرا ڈالے ہوئے تھے اچانک حملہ کردیا
ابن سعد کے سپاہی بچنے اور مدافعت کرنے لگے۔ ابن سعد برابر طرفین
کو روکتے رہے مگر شر پسند کوفی کب ماننے والے تھے یہ حملے کرتے اور
فوج حکومت مدافعت کرتی رہی اس طرح کشت وخون کا بازار اسی طرح
دھوکے سے کربلا میں بھی گرم ہوگیا جس طرح کوفہ میں بعہد علی جنگ جمل میں
ابن سبا نے دھوکے سے جنگ کراکے دس ہزار مسلمانوں کو بے گناہ شہید کرادیا۔
آخر گھنٹہ دو گھنٹہ کے اندر اندر لڑائی شروع بھی ہوئی اور فوج حسینی کے
۱۳ مرد گھرانہ کے اور ۵۹ ساتھی کل ۷۲ مرد اور فوج حکومت کے ۸۸ مرد
قتل بھی ہوگئے اور سیدنا حسین کی شہادت پر لڑائی ختم بھی ہوگئی (الامامۃ
والسیاسۃ ج۲، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص۱۱۶۲) انا للہ وانا الیہ راجعون
حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے کہ حسین کے لئے بہتر یہی تھا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتے اور
دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی بیعت کرلیتے کیونکہ جماعت کے ساتھ رہنا
بہرحال بہتر تھا (البدایہ ج۸ ص۱۶۳) یہ واقعہ چہار شنبہ دس محرم سنہ ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر سنہ ۶۸۰ء
کا ہے طبری نے لکھا ہے کہ یہ حادثہ بس اتنی دیر میں ختم ہوگیا جتنی دیر میں
قیلولہ (دوپہر کو لیٹتے ہیں آنکھ جھپک جائے گویا گھنٹہ آدھ گھنٹہ میں (طبری ج۶ ص۲۶۰)
اس جنگ کے وقت ابن سعد رو رہے تھے یہاں تک کہ انکی ڈاڑھی آنسوؤں

سے تر ہو گئی (طبری ۵۹/۶ بروایت ابو مخنف) ایک دوسرا مصنف لکھتا ہے کہ عمرو بن سعد کو حسین رضؓ سے لڑنے میں بیحد کراہت تھی (ناسخ التواریخ ۲۳۴/۲ کتاب ۲) یہ کراہت اس پر تھی کہ صلح ہوتے ہوتے اس طرح جنگ چھڑ گئی کہ یہ منع کر رہے تھے اور کوئی نہیں سن رہا تھا شاہی فوج مدافعت ہی کرنے میں ۱۶ سپاہی زیادہ کھو بیٹھی مگر لڑائی نہ رک سکی۔ بہر حال رونے دھونے کے بعد ابن سعد نے بقیہ افراد خاندان یعنی قابل احترام خواتین کو پردہ دار محملوں میں (اخبار الطوال ۲۶۰) اور مردوں اور بچوں کو اونٹوں پر عزت وحرمت کے ساتھ دمشق روانہ کیا۔

ضمیمہ: جنگ کربلا دینی جنگ ہرگز نہ تھی بلکہ سیاسی جھگڑے پر بالکل اچانک پیش آ گئی بوجوہ ذیل:-

(۱) حضرت علی رضؓ کے پندرہ بیٹوں میں سے صرف چھ (بلکہ چار) کربلا آئے تھے اگر دینی ہوتی تو وہ بقیہ نو یا گیارہ بھی آتے۔

(۲) محمد بن حنفیہ نے یزید کی پرہیزگاری کی تعریف اور اسکی میخواری کے الزام کی تردید کی (بدایہ ۲۳۳/۸)

(۳) شہادت حسین رضؓ کے بعد نہ کوئی صحابی آپ کا قصاص لینے اٹھا نہ ان کے بھائی - مختار جو اٹھا تھا تو اسکا مقصد فتنہ تھا - ابن زبیر نے جب دعوائے خلافت کیا اس وقت اگرچہ بڑا اچھا موقع تھا مگر کوئی انتقام کو نہ اٹھا

(۴) شہادت حسین رضؓ کے بعد محمد بن حنفیہ اور علی زین العابدین نے یزید کی بیعت کر لی اور ہدیے قبول کرتے رہے۔

(۵) بنو ہاشم اور بنو امیہ میں اس واقعہ کے بعد بھی شادیاں ہوتی رہیں۔

سراج مچھلی شہری